P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۰	یکم مارچ سنہ ۱۹۵۱ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۲۲ جمادی الاول ۱۳۷۱ ھجری	نمبر ۲۹

اتر پردیش کی حکومت کے نام
میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے نام
اردو کے حامیوں کے نام
اور ہمارے دستوری نمایندوں کے نام

یہہ ایک لمبی داستان ہے جسکا صرف ایک باب مختصر بیان کیا جا رہا ہے۔ زبان کے مسئلہ کے متعلق آزاد ہندستان کے ایک صوبہ میں جمہوریت کے ساتھہ جو مذاق کیا جا رہا ہے یہہ اسکا ایک بصیرت افروز افسانہ ہے۔ ہندی کے علاوہ ۱۲ علاقہ واری زبانوں کی ترقی کے متعلق مرکزی حکومت نے جو وعدے کئے ہیں یہہ ہمارے صوبہ میں ان وعدوں کی شکست کی ایک بھی کہانی ہے۔

اس داستان کا صرف ایک باب اتر پردیش کے میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے وہ کارنامے ہیں جو اس صوبہ میں اردو زبان کی بیخ کنی کر رہے ہیں۔ یہہ حقیقت تو اب ہر شخص پر واضح ہے کہ اتر پردیش میں اردو سے دشمنی کا جو محاذ بنایا گیا ہے اس پر سب سے زیادہ نمایاں کارپرداز ہماری میونسپل کمیٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ ہیں جنہوں نے حکومت کے عام احکام اور ہدایتوں سے بے پروا ہو کر ابتدائی تعلیم کے مدرسوں اور مکتبوں میں "جہاں اردو پڑھائی جاتی تھی اس تعلیم کا دروازہ بند کرنے کی مہم شروع کی ہے۔ اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے عجیب عجیب تدبیریں اختیار کی جا رہی ہیں۔ اس بارے میں ہمارے سامنے بہت سے حقایق، واقعات اور اعداد و شمار ہیں لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ حکومت کی نظر سے دور ہیں، یا حکومت کے اعلے افسر "تلسن" کی طرح اندھی آنکھہ پر دوربین لگا رہے ہیں!

تعصب اور تنگ نظری والی حکومت خود اختیاری کے ان اداروں کو جو شہروں اور اضلاع میں عوام کی ابتدائی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں آزاد ہندستان کی جمہوریت کا نمونہ ہو!!

کیے قلعے

چاہئے اسلئے کہ وہی جمہوریت اور خود مختاری کی پہلی سیڑھی ہیں لیکن اسکے خلاف یہی ادارے تعصب اور تنگ نظری کے قلعے بن گئے ہیں اور اپنی فرقہ وارانہ اکثریت کے زور پر حکومت کے بنیادی اصولوں اور وعدوں کو ٹھکراتے چلے جا رہے ہیں - ہم آج تنقید اور تبصرہ کی طوالت سے بچ کر صرف چند واقعات پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے یہہ حقیقت واضح ہوگی کہ کسطرح میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ابتدائی مدارس اور مکتبوں میں ایک عجیب دو عملی جاری ہے - یعنی حکومت کچھہ کہتی ہے اور مقامی ادارے کچھہ کرتے ہیں - حکومت قانون اور قاعدے بناتی ہے اور وہ انہیں ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں -

اترپردیش میں پانچسو سے زیادہ اسلامی مدرسے، ایک ہزار سے زیادہ امدادی مدرسے اور ایک ہزار کے قریب غیر امدادی مدرسے تھے - ان سب میں گذشتہ سال تک تقریباً ۷ لاکھہ بچے جنکی مادری زبان اردو ہے تعلیم پاتے تھے - لیکن ہمارا کوئی دستوری نمائندہ حکومت سے سوال کرے کہ آج ان مدرسوں اور طالبعلموں کی تعداد میں کتنی کمی ہوگئی ہے اور کیوں ہوگئی ہے -

"جی - او" موجودہ حالات سے اترپردیش کی حکومت کی بے خبری کا اگر کسی حد تک پتہ چلتا ہے تو اس عام حکم (جی - او) سے چلتا ہے جو سنہ ۱۹۴۸ ع میں شائع کیا گیا - حکم کی عبارت کا ترجمہ ہم نے اس مضمون کے اخر میں درج کردیا ہے - لیکن اس حکم کے بعض دلچسپ پہلو ایسے ہیں جسکا ذکر کردینا ضروری ہے - اول تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کو جاری کرنے کے بعد حکومت نے کبھی یہہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس پر عمل بھی ہورہا ہے یا نہیں - علاوہ بریں خود "جی - او" کی عبارت اسقدر ڈھیلی اور لچک دار ہے کہ اسکے کوئی معین معنے ہی پیدا نہیں ہوتے - نتیجہ یہہ ہے کہ اسکے الفاظ توڑے مڑورے گئے ہیں اور بہت سے ضلعوں میں تو وہ حرف باطل ہوکر رہ گیا ہے -

اس حکم کی عبارت میں تو پہلی بات تو یہی غلط ہے کہ اس صوبہ کی اکثریت کی زبان ہندی ہے - اگر مطلب اس قدیم ہندی سے ہے جو اردو زبان ہی کی اسان اور عوامی صورت ہے تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہہ بیان صحیح ہے، لیکن اگر ہندی سے مطلب وہ جدید ہندی ہے جو اب گھڑی جارہی ہے تو یہہ بیان بلا شبہ غلط ہے - اسکے بعد "خاص صورتوں میں" اور "ایسے رقبوں میں جہاں مطالبہ کیا جائے" اردو تعلیم کا انتظام کرنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی درجوں میں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کا اصول نظر انداز کیا گیا ہے اور یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "خاص صورتوں" اور "مطالبہ" کی وضاحت نہ کرکے حکومت نے اس بات کا فیصلہ بغیر کسی شرط کے مقامی اداروں کی رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ خاص حالات کیا ہوں جب اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے اور اس "مطالبہ" کی کیا صورت ہو جسے تسلیم کیا جائے - نتیجہ یہہ ہے کہ مقامی ادارے اپنے اختیار تمیزی کو ہر ناجائز طریقے پر استعمال کر سکتے ہیں اور حکومت یہہ کہہ کر اعتراضوں سے اپنا دامن چھڑانے کی کوشش کرتی ہے کہ ان اداروں کو تو حکومت خود اختیاری کے حقوق حاصل ہیں! مختصر بات یہہ ہے کہ ان اداروں کو اس گول مول حکم کی خلاف ورزی کا میدان

صاف ملا ہے اور کوئی ضلع نہیں جہاں اس حکم کی کوئی وقعت باقی ہو۔

اسپیشل افیسر نے حکم کو رد کردیا اس بے وقتی کا کھلا ہوا مظاہرہ اس حکم سے ہوتا ہے جو جبریہ تعلیم کے اسپیشل افسر نے " جی - او " کے جاری ہونے کے ایک ہی مہینے بعد جاری کیا اور جو اب منیو سپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے منصوبوں کے لئے سند بنا لیا گیا ہے۔ اس حکم میں یہہ ہدایت کی گئی ہے کہ " تمام پرائمری مدرسوں (بیسک) میں ہندی لازمی مضمون ہوگی" البتہ "اردو پڑھانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اگر وہ صرف اختیاری مضمون ہو اور کوئی ادارہ اسے پڑھانا چاہے" ۔ ان ہدایات کی بنا پر مقامی اداروں نے نہ صرف پانچویں درجہ تک اردو کے ذریعہ تعلیم ہونے یا تعلیمی مضمون ہونے کی شرط کا خاتمہ کر دیا بلکہ انکے ہاتھہ ایسے تمام اداروں کو بند کرنے کی ایک دلیل آ گئی جو درجہ (۱) سے آخیر تک ہندی نہیں پڑھاتے۔

اردو کو دبانے کی پالیسی اب یہہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ سوائے اتر پردیش کے جہاں اردو کے حامیوں میں اس زبردستی کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں، کیا کسی دوسرے صوبہ میں بھی وہاں کی علاقہ واری زبان کے ساتھہ یہہ عمل ممکن ہے؟ مرہٹی یا بنگالی یا تلنگی زبان کو اسطرح بچوں کی ابتدائی تعلیم سے خارج کرنے کی کوئی حکومت یا منیو سپل یا ڈسٹرکٹ بورڈ جرات کر سکتا ہے؟

حال ہی میں مرہٹی اور ہندی دونوں زبانوں کو سرکاری زبان تسلیم کیا گیا ہے، ہندی زبان دانوں کو جنکی تعداد بھی کچھہ زیادہ نہیں اجازت دی گئی ہے کہ وہ عربی اور دیوناگری دونوں رسم الخط اختیار کر سکتے ہیں ۔ ہر صوبہ میں وہاں کی دوسری زبانوں کو ابتدائی درجوں میں ذریعہ تعلیم بنایا گیا ہے اور اوپر کے درجوں میں بھی اسکی تعلیم کا کافی انتظام کیا گیا ہے ۔

لیکن اتر پردیش میں ـــــ لیکن اتر پردیش میں شروع ہی سے یہہ ڈھنگ اختیار کیا گیا کہ اردو کو صوبہ کی علاقہ واری دوسری زبان تسلیم ہی نہیں کیا گیا ۔ یہیں سے اردو کی بنیاد منہدم ہوتی ہے اور یہہ گویا توڑ ہے دستور ساز مجلس کے اس "فیصلہ کا" ملک کی مسلمہ زبانوں کی فہرست میں اردو کو بھی شامل رکھا جائے" ۔ اس عمل سے دستور ساز مجلس کے فیصلہ کو ردی کردیا گیا اور اردو کا صرف نام تو باقی رہا لیکن اسکا کوئی مقام باقی نہ رہا ہمارا دستور تو یہہ کہتا ہے کہ اردو ایک علاقہ واری زبان ہے، لیکن صوبوں کی حکومتیں اور وہی لیڈر جو دستور کا نام لیکر قسمیں کھاتے ہیں یہہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اردو تو کسی علاقہ کی زبان ہی نہیں ۔ اس سے بڑی دستور کی کوئی توہین ہو سکتی ہے؟

لیکن ہمیں اس معاملہ میں صرف حکومت یا مقامی اداروں کے طرز عمل کی شکایت نہ کرنی چاہئیے، یہہ قصور تو خود اردو زبان کے حامیوں کا ہے جو خفا ہوتے ہیں اور شکوہ کرتے ہیں لیکن کوئی دستوری یا قانونی چارہ کار اختیار کرنے اور اپنے حق کے لئیے آواز بلند کرنے کی جرات نہیں کرتے۔

بیہہ گھوڑے دوڑ رہے ہیں دستور اور حکومت اور اسکی ہدایات کی خلاف ورزی کے میدان میں جسطرح مقامی اداروں کے یہہ گھوڑے دوڑ رہے ہیں اسکی ایک مثال یہہ بھی ہے کہ اکثر مقامی اداروں نے اپنے اپنے حلقہ کے معتمد اسلامی مدرسوں کو کسی نہ کسی بہانے سے بیسک اسکول بنا کر شروع سے آخیر تک ہندی کی تعلیم کو لازمی کر دیا ہے

اور اسطرح اُردو کی تعلیم کا کوئی پہلو باقی نہیں رکھا، اکثر حالتوں میں یہہ کارروائی حکومت سے باضابطہ اجازت حاصل کئے بغیر کی گئی ہے حالانکہ ایسے عمل کے لئے قانوناً حکومت کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ لازمی پرائمری تعلیم کے قواعد میں صاف طور پر یہہ شرط موجود ہے کہ کوئی میونسپل بورڈ حکومت کی اجازت کے بغیر کسی اسلامی مدرسہ کو بیسک مدرسہ نہیں بنا سکتی۔ ہمارے کوئی دستوری نمائندے حکومت سے سوال تو کریں کہ کتنے ایسے اسلامی مدارس بغیر اسکی اجازت کے بیسک مدارس بنائے گئے ہیں؟

مالی امداد کی مسدودی یہہ تو سب سے زیادہ آسان کام تھا کہ بجٹ کی تنگی اور روپیہ کی کمی کا عذر کر کے ایسے مدرسوں اور مکتبوں کی امداد بند کر دی جائے، لیکن ہمارے سامنے ایسی مثالیں بھی ہیں کہ حکومت نے کسی بورڈ کو ان مدرسوں اور مکتبوں کے لئے گرانٹ منظور کی ہے، لیکن وہ مدرسوں اور مکتبوں کو دی نہیں گئی۔ صوبہ کے ہر گوشہ میں یہہ شکایات کی جارہی ہے کہ جو مدرسے اُردو کو ترک کر کے صرف ہندی کو اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے انکو یا تو زبردستی بیسک اسکول بنا دیا گیا یا انکی امداد بند کر دی گئی۔ اگر حکومت کے محکمہ تعلیم سے کوئی فہرست حاصل کی جاسکے تو معلوم ہوگا دس بارہ ضلع تو ایسے ہیں جہاں اب اسلامیہ اسکولوں کا وجود باقی ہی نہیں اور مکتبوں کی تعداد بھی آدھی سے زیادہ کم ہو چکی ہے۔

لڑکیوں کی تعلیم اُن لڑکیوں کی تعلیم کا بھی جنکی مادری زبان اُردو ہے، میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے مدرسوں میں یہی حال ہورہا ہے۔ انکے مدرسوں اور مکتبوں میں طالبات کی تعداد بھی تقریباً آدھی رہ گئی ہے۔

ایک اور تدبیر اُردو دان استادوں کی تعداد کو گھٹانا بھی اُردو کی تعلیم کو روکنے کے لئے ضروری تھا، اس لئے کہیں تو اخراجات کم کرنے کے بہانے سے، کہیں اُردو کے کلاس بند کر کے کہیں اس بنا پر کہ ان استادوں نے ہندی نہیں سیکھی اور کہیں یہہ اعتراض کر کے کہ یہہ استاد ٹرینڈ نہیں ہیں وہ مدرسوں اور مکتبوں سے ہٹائے جارہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اسکا نتیجہ یہہ ہوگا کہ کسی دن نہ اُردو کے استاد باقی رہینگے نہ انکے شاگرد، ابھی تک جو استاد باقی رہ گئے ہیں وہ اسطرح بیکار کئے جارہے ہیں کہ اب ماڈل اسکولوں میں ٹریننگ کے لئے ان استادوں کی بہت کم تعداد بھیجی جارہی ہے، ہم یقین کے ساتھہ کہہ سکتے ہیں کہ گذشتہ چند سالوں میں ٹریننگ کے لئے اُردو دان استادوں کے انتخاب میں تقریباً ستر۔ اسی فی صدی کمی کر دی گئی ہے۔ یہہ ایک ایسا طلسمی چکر ہے یا دو دھاری تلوار ہے جو موثر طریقے سے اپنا کام کر رہی ہے یعنی اول تو ٹریننگ کے لئے اُردو دان استادوں کا انتخاب ہی نہیں کیا جاتا اور پھر انکو اس بنا پر علیحدہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ ٹرینڈ نہیں ہیں اور ساتھہ ہی اس بنا پر مدرسوں اور مکتبوں کی امداد بند کی جاتی ہے کہ انمیں ٹرینڈ استاد نہیں ہیں اس طلسمی چکر سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ یہہ ایک اندھی گلی ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ کڑھائی سے نکلتے ہیں تو چولہے میں گرتے ہیں۔

اندھیری کوٹھری جو لوگ اُردو اور اُردو کی تعلیم دینے والے مدرسوں اور مکتبوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ انکے لئے نہ تو صحیح معلومات حاصل کرنے کے کافی ذرائع

موجود ہیں اور نہ وہ اپنی آواز سوائے پبلک پلیٹ فارم کے کہیں بلند کر سکتے ہیں ۔ اتر پردیش میں مسلمانوں کے متعلق ایک صوبجاتی کمیٹی کسی زمانہ میں مقرر کی گئی تھی جو تھی تو محض مشاورتی کمیٹی لیکن اس سے اتنا فایدہ ضرور تھا کہ صوبہ کے ماہرین تعلیم اور اسلامی مکتبوں اور مدرسوں کی تعلیم سے واقف کار اصحاب جو اس کمیٹی کے ممبر ہوتے تھے حکومت کو مناسب اور ضروری مشورے دے سکتے تھے ۔ لیکن بغیر کسی واضح وجہ کے یہہ کمیٹی مردہ کر دی گئی حتی کہ سنہ ۱۹۴۹ع کے بعد سے آج تک اس کا کوئی جلسہ منعقد نہ ہو سکا ۔ جلسوں کا انعقاد وزارت تعلیم کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور وزارت نے اس مشاورت کا سلسلہ بھی کسی وجہ سے نا مناسب سمجھا ۔ لیکن ہمیں یہہ سوال کرنے کا تو ضرور حق حاصل ہے کہ اگر اس کمیٹی کو معطل کر دینے کی کوئی معقول وجہہ تھی تو کیا تھی ۔ آزاد ہندوستان کے جمہوری دور میں تو عام رائے کو حکومت سے زیادہ قریب لانے کے ذرائع زیادہ وسیع ہونے چاہئیں' لیکن بر خلاف اس کے مسلم مکتبوں اور مدرسوں کے متعلق مشاورت کا یہہ سلسلہ بھی بند کر دیا گیا ہے ۔ حال ہی میں دو دفعہ کمیٹی کے جلسہ کی تاریخیں بھی مقرر کی گئیں لیکن پھر وہ جلسے ملتوی کر دئے گئے ۔ بالآخر کمیٹی کے ممبران میں سے ۷ نے ایک مشترکہ مطالبہ پیش کیا لیکن اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا اور یہی معلوم ہوا کہ وزارت تعلیم نے ابھی اسکی اجازت نہیں دی ہے' اجازت دینے میں آخر پس و پیش کیا ہے' یہہ معلوم نہیں! البتہ یہہ افواہیں سنی جا رہی ہیں کہ اب اسلامی مدرسوں اور مکتبوں ہی کو ختم کرنے کی تجویز بعض حلقوں میں پیش نظر ہے چنانچہ سنا گیا ہے کہ حال ہی میں بریلی میں ڈسٹرکٹ بورڈوں کے چیرمین کی جو کانفرنس ہوئی اسمیں اس مسئلہ پر غور کیا گیا ۔ ایسی حالت میں اس مشاورتی کمیٹی کا کام ہی کیا باقی رہ جائیگا ۔ اس صوبائی کمیٹی کے ساتھہ ہی اسی قسم کی ضلع کمیٹیاں بھی بنائی گئی تھیں لیکن جو بنی تھیں ان کو ڈسٹرکٹ بورڈوں نے عملاً معطل کر دیا اور بعض اضلاع میں تو حکومت کے حکم کے باوجود ڈسٹرکٹ بورڈوں نے یہہ کمیٹیاں بنائی ہی نہیں ۔ لہذا رائے عامہ کے لئے ان مکتبوں اور مدرسوں کا معاملہ جن میں اردو پڑھائی جاتی تھی اب ایک اندھیری کوٹھری میں بند ہے اور ہماری حکومت کو اس بات کا بھی احساس نہیں کہ عام رائے کو جس کی نمایندگی (حکومت کی رائے میں) صوبائی کمیٹی کے وہ نامزد کردہ ممبران کرتے تھے اپنے سے قریب لائے اور ان کو ان مشکلات اور دشواریوں کے پیش کرنے کا موقعہ دے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ حکومت اس وقت ایسا موقعہ دینا ہی نہیں چاہتی اور وہ کسی معینہ پالیسی کے تحت اپنے اور مسلمانوں کی تعلیم کے ماہرین کے درمیان گفت و شنید کا دروازہ بند ہی رکھنا چاہتی ہے ۔

اعلان اور عمل اردو کے متعلق حکومت کے رجحانات کے بارے میں ایک لطیفہ جناب فراق گورکھپوری نے اپنے ایک مراسلہ میں بیان کیا ہے جو ملک کے متعدد جراید میں شائع ہو چکا ہے ۔ اس مراسلہ میں اس اندھیری کوٹھری کا یہہ حال بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح صوبائی مسلم ایجوکیشن کمیٹی کو معدوم کر دیا گیا ہے اسی طرح ایک دوسری واشٹر کمیٹی جو سرکار نے قائم کی تھی' قائم ہونے کے بعد ہی سلادی گئی ۔ انہوں نے شکایت کی ہے کہ تقریباً چار سال ہوئے حکومت نے یہہ فیصلہ اور اعلان کیا تھا کہ ہندی اور اردو کے مصنفین کو ہر سال انعامات دئے جایا کریں ۔ اس غرض کے لئے پچاس ہزار روپیہ کی رقم منظور کی گئی تھی اور اردو ہندی کے لئے کمیٹیاں بھی بنائی گئی تھیں ۔ ہندی کی کمیٹی تو کام کر رہی

ہے اور انعامات بھی تقسیم ہوئے ہیں لیکن اردو کی کمیٹی کا صرف ایک جلسہ ہوا اور وہ کوئی کام نہ کر سکی - فراق صاحب نے لکھا ہے کہ "جب اردو کمیٹی کے کنوینر سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ کمیٹی کی میٹنگ طلب کرنا ان کے اختیار میں نہیں ہے - بلکہ یہہ میٹنگ جوائنٹ سکریٹری محکمہ تعلیمات کی اجازت سے طلب ہوسکتی ہے - کنوینر نے یہہ بھی بتایا کہ اس سلسلہ میں انہوں نے ذمہ دار حکام کو کئی مرتبہ یاددہانی کرائی مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا" -

پروفیسر فراق نے سوال کیا ہے کہ حکومت نے انعام دینے کی جو رقم متعین کی تھی اس میں سے اردو والوں کو حصہ کیوں نہیں دیا جاتا - اگر حکومت یو-پی اس سلسلہ میں کچھہ کرنا نہیں چاہتی تو اسے اس بات کا اعلان کردینا چاہئے انہوں نے یہہ خیال بھی ظاہر کیا ہے، کہ اردو لکھنے والوں کے لئے جو رقم رکھی گئی تھی وہ یا تو ہر سال حکومت کو واپس کردی جاتی ہے یا اسے ہندی لکھنے والوں میں ان کے حصہ کے علاوہ تقسیم کردیا جاتا ہے -

فراق صاحب نے اپنے مراسلہ میں اس بات پر بھی زور دیا ہے اور یہہ امید ظاہر کی ہے کہ سکریٹری محکمہ تعلیم حکومت کے ارادوں سے عوام کو مطلع کردیں گے، وہ اپنے مراسلہ کو ختم کرتے ہوئے کہتے ہیں - کہ ہم ایک غیر مذہبی جمہوری ریاست میں رہتے ہیں اور یہہ امید کرتے ہیں کہ عوام کے ہر طبقہ سے یکساں سلوک کیا جائے گا -

فراق صاحب کا یہہ بیان اردو کے متعلق حکومت کی بے توجہی اور بے پرواہی کی ایک واضح مثال ہے جس سے دوسری مثالوں کی طرح یہہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس صوبہ میں جو اردو زبان کا وطن ہے اسکی کس مپرسی اور بیچارگی اور حکومت کی توجہ سے محرومی ایک ارادی واقعہ ہے محض اتفاقی نہیں ہے - اور وہ کسی معین پالیسی کا نتیجہ ہے یہہ پالیسی اگر حکومت کی نہیں تو اسکے ماتحت افسروں کی تو ضرور ہے -

ہم نے ممکنہ اختصار کے ساتھہ یہہ داستان بیان کی ہے مگر اسکی تفصیلات کا میدان بہت وسیع ہے - اپنے دستوری نمایندوں سے جو صوبہ کی اسمبلی اور کونسل میں بیٹھے ہوئے ہیں ہم صرف اتنی ہی استدعا کرتے ہیں کہ وہ حکومت سے حسب ذیل سوالات کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں :-

(۱) صوبہ میں جتنے ماڈل اسکول ہیں انمیں کتنے ایسے طلبا ہیں جنکی مادری زبان اردو ہے اور انکے لئے اردو کی تعلیم کا کیا انتظام کیا گیا ہے -

(۲) کتنے اسلامی اسکولوں اور مکتبوں کو منیوسپل یا ڈسٹرکٹ بورڈوں نے بند کردیا ہے یا بیسک اسکول بنا کر وہاں اردو کی تعلیم بند کردی ہے یا انکی مالی امداد بند کردی ہے؟

(۳) کتنے منیوسپل یا ڈسٹرکٹ بورڈوں نے جبریہ پرائمری تعلیم کے قواعد کے مطابق گورنمنٹ سے اجازت حاصل کئے بغیر ایسا کیا ہے

(۴) صوبائی مسلم ایجوکیشن کمیٹی کا جلسہ کرنے کی کیوں اجازت نہیں دی جاتی

(۵) ضلع کی کتنی کمیٹیاں معطل ہیں اور کتنے ضلعوں میں حکومت کی ہدایت کے باوجود کمیٹیاں نہیں بنائی گئیں؟

(۹) کن اضلاع کے مکتبوں اور مدرسوں میں درجہ (۱) سے (۵) تک اُردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے متعلق حکومت کے حکم کی تعمیل نہیں کی گئی اور کیوں؟

اس قسم کے بیسوں سوالات ہم پیش کرسکتے ہیں' اگر اسمبلی اور کونسل میں ہمارے نمایندے اس مسئلہ کو اُٹھانے کا ارادہ کریں اور اسطرح خاموش نہ رہیں جسطرح کہ اب تک رہے ہیں۔ ہم نام بنام مدرسوں اور اسکولوں کے حالات کی تفصیل عرض کرسکتے ہیں جہاں ماتحت حکام نے (بعض اوقات محض زبانی احکام کے ذریعہ سے) اُردو کی تعلیم کو بند کرایا ہے۔ ہم ایسی متعدد مثالیں پیش کرسکتے ہیں کہ طلبا نے خواہش کی اور درخواستیں دیں کہ انکے لئے اُردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے لیکن نہیں کیا گیا۔

خاموش نہیں رہا جاسکتا۔ وقت اب ایسا آگیا ہے کہ خاموش نہیں رہا جاسکتا اور ماتحت حکام کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ حکومت کے اقتدار کا سہارا لیکر ناجائز کارروائیاں کرتے رہیں۔ انصاف طلب کرنے کی قوت ناانصافیوں ہی سے پیدا ہوتی ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ گونگے بھی بولنے لگتے ہیں!

جی۔ او۔ نمبر: اے۔ ۳۶۲۵۔ ۱۵۔ ۱۹۴۸/۳۱۱۴ ع مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۸ ع

اتر پردیش کی حکومت کا یہہ وہ حکم ہے جسکا حکومت کی "صفائی" میں بار بار حوالہ دیا جاتا ہے اور جسکی خلاف ورزی (بغیر کسی روک ٹوک) اکثر امدادی' غیر امدادی اور میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے مدرسوں میں کی جارہی ہے)

مجھے یہہ لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ چونکہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ہندی کو اس صوبہ کی سرکاری زبان قرار دیا جائے اس لئے حکومت نے یہہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ پرائمری تعلیم کے بیسک مدارس میں درجہ (۱) سے (۵) تک بچوں کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے چونکہ صوبہ کی آبادی کی اکثریت کی زبان ہندی ہے اس لئے بیسک مدارس میں ذریعہ تعلیم ہندی ہوگی لیکن خاص صورتوں میں مقامی اداروں (میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ) اور پرائمری تعلیم کے دیگر اتھیکاریوں کو اجازت ہوگی کہ وہ ایسے رقبوں میں جہاں مطالبہ کیا جائے اُردو زبان میں بھی تعلیم دینے کا انتظام کریں۔ کسی طالبعلم کو جو ہندی میں تعلیم حاصل نہ کریگا درجہ (۵) کو پاس کرنے کی اجازت نہ دی جائیگی سوائے اس صورت کے کہ وہ درجہ (۵) کا امتحان ہندی میں بھی پاس کرے۔ اس امتحان کے لئے ہندی کی تعلیم حاصل کرنے کا معیار افسر مجاز مقرر کریگا۔

انجمن کی خبریں

۱۸ فروری سنہ ۱۹۵۱ء کو انجمن ترقی اُردو (ہند) کی شاخ دہلی کے زیر اہتمام یوم غالب حضرت نظام الدین میں منایا گیا۔ جس کا افتتاح امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا۔ دن کے دو بجے غالب کے مزار پر چادر اور گل پوشی کی رسم ادا کی گئی اور وہیں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں دہلی اور دوسرے مقامات کے ادیبوں

اور شاعروں نے شرکت کی۔ شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی۔ حضرت خواجہ حسن نظامی۔ پروفیسر احتشام حسین۔ پروفیسر آل احمد سرور۔ عزا کسولنی سفیر افغانستان۔ جناب شنکر پرشاد صاحب چیف کمشنر دہلی۔ کنور مہندر سنگھہ بیدی سحر۔ جگن ناتھہ آزاد۔ گوپی ناتھہ امن لکھنوی غلام ربانی صاحب تاباں۔ مولانا حفظ الرحمن ناظم اعلی جمعیت علما ہند۔ اور مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی وغیرہ ہم خاص طور سے قابل ذکر ہیں سرکری

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ کی طرف سے مولانا محمد ابرار حسین فاروقی ازہری صاحب نے شرکت فرمائی۔

سب سے پہلے جناب شنکر پرشاد صاحب چیف کمشنر دہلی صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا فاضلانہ خطبہ صدارت پڑھا جس میں مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے غالب کی اردو ادبیت پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ اس کے بعد فضیلت مآب حضرت مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیمات حکومت ہند نے جلسہ کا افتتاح فرماتے ہوئے غالب کی بارگاہ ادب میں خراج عقیدت پیش فرمایا۔ اور فرمایا کہ:۔

"غالب کو فارسی شاعری میں مقلد کہا جاسکتا ہے لیکن اردو شاعری میں بالخصوص اور اردو ادب میں بالعموم وہ بلاشبہ مجتہد تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔

آج یہہ زبان ہندستان کی زبانوں میں اتنا وقیع درجہ رکھتی ہے کہ اگر بین الاقوامی علم وادب اور زبانوں کی صف میں ہندستان کی طرف سے کسی زبان کا نام لیا جاسکتا ہے تو وہ صرف اردو یا بنگالی ہے۔ یہہ بات یقین کے ساتھہ کہی جاسکتی ہے کہ تمام دنیا کے علم وادب میں اول اردو پھر بنگالی زبان نے ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے

مولانا موصوف کی تقریر کا جو نکتہ خاص طور سے یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہہ ہے:۔

"ہندی کو اردو کا حریف سمجھنا یا یہہ سوچنا کہ اردو کی ترقی کے دروازے بند ہو گئے ہیں سراسر غلط ہے۔"

اس کے بعد کچھہ تقریریں ہوئیں اور چند مقالے پڑھے گئے۔ اس جلسہ میں مولانا محمد ابرار حسین فاروقی ازہری نے انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سیکرٹری قاضی محمد عبدالغفار صاحب کا پیغام پڑھ کر سنایا تحریری پیام سنانے کے بعد مولانا فاروقی صاحب موصوف نے سب سے پہلے مرکزی انجمن کی عام پالیسی کو بیان فرمایا۔ اس کے بعد متحدہ کوشش پر اظہار خیال کرتے ہوئے تمام ادارہ جات سے جو اردو کے تحفظ کے لئے کوشاں ہیں اپیل کی کہ ان ادارہ جات کو چاہئے کہ وہ مرکز سے وابستہ ہو کر کوشش کریں تاکہ ان کی کوششیں بار اور ہوں۔

پیام قاضی عبدالغفار صاحب۔

مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے اس اجتماع میں شرکت نہ کرسکا۔

"غالب کی عظمت اس کی محتاج نہیں ہے کہ اس کی مدح وثنا کے عالی شان محل تیار کریں یا اس کی مشت خاک پر بڑے بڑے گنبد بنائیں لیکن خود اپنے فائدے کے لئے اور اپنی تہذیب اور اپنے ادب کی سرفرازی کے لئے ہمیں غالب کی عظمت سے مستفید ہونا ہے۔ یوم غالب کے اس سالانہ اجتماع کو میں یہہ بات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ غالب کے مزار پر ہم آج تک کوئی یادگار عمارت بنا کر خراج عقیدت ادا نہ کرسکے۔ آج سے ۲۰ سال پہلے مولانا محمد علی مرحوم نے کچھہ کوشش کی تھی بعد کو خواجہ حسن نظامی صاحب نے بھی یہہ تحریک شروع کی تھی۔ لیکن ان کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا غالب نے کہا تھا کہ

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

لیکن ان کا ٹوٹا پھوٹا مزار بھی ان کے لئے رسوائی کا باعث نہیں ہوسکتا۔ البتہ ہماری رسوائی کا ایک نشان وہ ضرور ہے۔ غالب جس "بے مہری یاران وطن" کا شکوہ کیا کرتے تھے وہ بے مہری ہماری اس غفلت سے عیاں ہے کہ ہم آج تک ان کے مزار کے گرد ایک چاردیواری بھی کھڑی نہ کرسکے معلوم نہیں کہ کس عالم میں ان کے قلم نے لکھا تھا کہ

غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی
کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد

آج اگر ہم سوچیں تو اس "تعزیت مہر و وفا" کا فرض ہمیں ادا کرنا ہے۔

اسکے بعد جناب موصوف نے حامیان اردو سے مزار کے سنوارنے کی پرزور اپیل کی

اس رات کو ایک بزم مشاعرہ منعقد ہوئی جس کا مصرع طرح یہہ تھا۔

کارگاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے

پہلے غیر طرحی مشاعرہ ہوا جس کی صدارت کشمیری زبان کے عوامی شاعر مہجور نے کی۔ پھر طرحی مشاعرہ کا آغاز ہوا جس کی صدارت کے فرائض کشمیر کے نائب وزیر اعظم بخشی غلام محمد صاحب نے انجام دیئے یہہ مشاعرہ آل انڈیا ریڈیو کی طرف سے نشر کیا گیا۔

۱۶ فروری کو رات کے ساڑھے نو بجے ڈیو کو ریڈورنٹ نئی دہلی میں ایک اور بزم مشاعرہ منعقد ہوئی جس کی صدارت وزیر مالیات اجیت پرشاد جین صاحب نے فرمائی۔ رات کے بارہ بجے تک محفل شعر و سخن گرم رہی۔

اپنے دیس کی خبریں

میرٹھ

ادارہ ادبیہ میرٹھ کے زیر اہتمام میلہ نوچندی کے موقعہ پر ایک عظیم الشان تمثیلی مشاعرہ منعقد کیا جارہا ہے جو دور مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے عہد کا ایک تاریخی مشاعرہ کا مرقع ہوگا، اس تمثیل میں اس زمانہ کے اہم اساتذہ پیش کئے جائینگے۔

دھلی

دھلی کالج کی بزم ادب نے ۱۷ اور ۱۸ فروری کو ایک ادبی مباحثہ اور نظریاتی مشاعرہ کا انتظام کیا یہہ اپنی نوعیت کی ایک بہت دلچسپ تقریب تھی۔

۱۷ فروری سنہ ۱۹۵۱ع کو وقت ساڑھے ۴ بجے شام ایک "راؤنڈ ٹیبل ادبی مباحثہ" زیر صدارت عالی جناب خواجہ غلام السیدین ایم اے۔ نائب مشیر تعلیم حکومت ھند ہوا عنوان: "نئے ھندوستان کی تعمیر میں اردو کے ادیبوں کا حصہ" تھا بحث میں شرکت کرنے والے حضرات حسب ذیل تھے:-

۱- پروفیسر آل احمد سرور (لکھنؤ یونیورسٹی) ۲- پروفیسر احتشام حسین (لکھنؤ یونیورسٹی) ۳- نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی ۴- پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری (الہ آباد یونیورسٹی) ۵- پروفیسر رشید احمد صدیقی (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) ۶- ڈاکٹر عبدالعلیم (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) ۷- قاضی عبدالغفار (سیکریٹری انجمن ترقی اردو ھند) ۸- پروفیسر محمد مجیب (جامعہ ملیہ دھلی) وغیرہ

۱۸ فروری سنہ ۱۹۵۱ع کو بوقت ساڑھے ۱۰ بجے صبح ایک نظریاتی مشاعرہ۔ زیر صدارت حضرت جوش ملیح آبادی منعقد ہوا۔ جسمیں شعرائے کرام نے پہلے اپنے نظریہ فن کی وضاحت کی اس کے بعد اپنی تازہ نظم یا غزل پڑھی۔

حیدرآباد

حیدرآباد میں تمام دفاتر اور مدارس میں ھندوستانی کو سرکاری زبان ہونیکا فخر حاصل تھا لیکن جنوری سنہ ۱۹۵۱ع کے جاری کئے ہوئے ایک حکم کی رو سے تمام محکموں اور عدالتوں میں انگریزی زبان کو ۱۰ سال تک سرکاری زبان کی حیثیت سے رائج کردیا گیا ہے حالانکہ دستور ھند کی رو سے چودہ مسلمہ زبانوں میں انگریزی کا کوئی درجہ نہیں اس اعتبار سے ھندوستانی جو عدالت اور دوسرے محکموں میں گذشتہ صدی سے جاری ہے جاری رہنا چاھئیے۔ یہہ ایک دستوری مسئلہ ہے جسکو حیدرآباد کے ہر ملت کے افراد نے اٹھایا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام بتاریخ ۱۷-۱۸ فروری کو راجہ پرتاب گیر کی کوٹھی پر عسکر نواب یار جنگ بہادر کی صدارت میں منعقد ہوا جسمیں زبان کے مسئلہ پر حکومت کے اس غیر منطقی طرز عمل پر تنقید کی گئی۔

گوالیار

کالج کے سالانہ سوشل اجتماع کے سلسلہ میں یہاں کالج کے بہت بڑے پنڈال میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا۔ طلباء ہزاروں کی تعداد میں مشاعرہ سننے کے لئے جمع ہوئے۔ شہر کے بڑے بڑے افسر نیز بہت سے معزز مہمان موجود تھے۔

مشاعرہ جو نہایت کامیاب رہا شام کے ۷ بجے شروع ہو کر رات کے ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوا۔ مقامی و بیرونی شعراء نے شرکت کی۔

کالج کے اس کامیاب مشاعرہ کے بعد دوسرے دن ٹاون ہال میں بھی ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ اس مشاعرہ کی صدارت جناب جگموہن لال صاحب ریونیو منسٹر مدھیہ بھارت نے کی گذشتہ دس سال میں اتنے بڑے پیمانہ پر اور اس قدر کامیاب مشاعرے یہاں منعقد نہ ہوئے تھے۔ ٹاون ہال کا مشاعرہ گوالیار کی لٹریری ایسوسی ایشن کے زیر انتظام منعقد ہوا۔

گیا

گیا سے رفیق احمد صاحب ایک نیا رسالہ ماہنامہ رفیق کے نام سے جاری کرنے والے ہیں پہلا پرچہ فروری میں شائع ہو گا ۔ چندہ سالانہ پانچ روپیہ ہے ۔ رسالہ کے دفتر کا پتہ نمبر ۲۴ بودانی کدام روڈ ۔ گیا ۔

جبلپور

جبلپور (بذریعہ ڈاک) ۱۰ فروری کی شب میں پونے دس بجے آردو بزم ادب لہکاری مہاودیالیہ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان مشاعرہ زیر صدارت حضرت راز چاند پوری جہانگیر آباد کلب کے مقابل ایک شاندار شامیانہ میں منعقد ہوا ۔ نیاز صاحب سیکریٹری بزم ہذا نے رپورٹ پڑھی اور معاونین کا شکریہ ادا کیا ۔ صدر مشاعرہ نے مسند صدارت سے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ فنون لطیفہ موسیقی مصوری شاعری بڑی کام کی اور نہایت ضروری چیزیں ہیں ۔

اس مشاعرہ میں سامعین کی تعداد تقریباً ۵ ہزار تھی جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ بڑی تعداد میں شریک تھے یہاں کے ہندو حضرات اور پنجابی شرنارتھی بھائیوں کی ایک بڑی تعداد آردو دوستی اور ادب نوازی کا جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں چنانچہ اس مشاعرہ میں زیادہ تر فرمائش کرنے والے حضرات ہندو بھائی ہی تھے ۔ مشاعرہ ساڑھے ۳ بجے صبح اختتام پذیر ہوا ۔

امبالہ

امبالہ کے مشرق میں ۳۰ میل دور جگادھری کی تحصیل کے ہیڈ کوارٹر میں مردم شماری کے سوال بند کے زبان کے کالم کی خانہ پری کرنے کے سلسلہ میں دو جتھوں میں جھگڑا ہو گیا جس کی وجہ سے ایک شخص ہلاک اور دیگر تین افراد زخمی ہو گئے پولیس مقام واردات پر پہونچ گئی اور صورت حال پر قابو پا لیا اس سلسلہ میں پانچ اشخاص گرفتار کر لئے گئے پولیس کا بیان ہے کہ اس حادثہ کے سلسلہ میں کسی سیاسی جماعت کا ہاتھ نہیں ہے ۔ بلکہ خانگی نوعیت کا جھگڑا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ ان اشخاص جو ایک مخصوص فرقہ سے تعلق رکھتے تھے شہر میں گشت کر کے عوام سے کہنے لگے کہ وہ زبان کے کالم میں ایک خصوصی زبان لکھوائیں دوسرے فرقہ کے لوگ ایک اور زبان لکھوانے کا پرچار کرنے لگے اس کے ساتھ ہی عوام کے جذبات برانگیختہ ہو گئے اور حادثہ ہو گیا ۔

چاٹگام

"انجمن جمہوریت پسند مصنفین" کا تیسرا ہفتہ واری جلسہ زیر صدارت جناب شمیم صاحب بتاریخ ۴ فروری سنہ ۱۹۵۱ ع چاٹگام میں منعقد ہوا طے پایا کہ "یوم اقبال" کے سلسلے میں شہر کی تمام انجمنوں کے اشتراک عمل کی درخواست کی جائے اور "یوم اقبال" شہر میں متحدہ طور پر منایا جائے ۔

بعد میں جناب جبار لطیفی صاحب نے اپنا افسانہ بعنوان "واپسی" پڑھا جس پر حاضرین نے تبصرہ بھی کیا ۔ آخیر میں جناب نظر صاحب ذلیل صاحب، اختر صاحب حیدر آبادی اور منور صاحب نے اپنی اپنی نظمیں اور غزلیں پڑھیں ۔

لکھنو

۱۱ فروری سنہ ۱۹۵۱ ع کو دفتر مرکز ادب میں ایک ادبی نشست جناب سید علی زکی صاحب قمی کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں جناب سید حافظ علی صاحب عابد نے "اکبر کا مذہبی نظریہ" عنوان قرار دیکر اور سید مظفر حسین صاحب طاہر نے "غالب کی خصوصیات" پر ایک مقالہ پڑھا ۔ اس کے بعد مشاعرہ ہوا ۔

رسالے اور کتابیں

سالنامہ "نقوش"

مرتب: سید وقار عظیم، ناشر: ادارہ فروغ اردو - لاہور

نقوش کا سالنامہ بڑے اہتمام و آرائش کے ساتھ شائع ہوا ہے - دیدہ زیب کتابت و طباعت اور خوبصورت سر ورق کے علاوہ مشہور ادیبوں اور شاعروں کی تصویریں بھی ہیں - نامور مصور عبدالرحمن چغتائی کے آرٹ کا ایک نادر نمونہ بھی اس سالنامے کی زینت ہے -

اس رسالے میں مقالے، افسانے، نظمیں غزلیں اور ہر طرح کی چیزیں ہیں - جن میں افسانوں کا حصہ نسبتاً معیاری ہے - نظمیں تین چار ہی ہیں اور انکو معیاری نہیں کہا جا سکتا البتہ غزلیں بہت زیادہ ہیں - ان غزلوں کے دیکھنے سے ایک بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک بار پھر غزل کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھ گیا ہے - یہہ شاید اس وجہ سے ہے کہ نظم آزاد کی غیر مقبولیت نے بہت سے نئے اور پرانے شاعروں کو پھر اسی صنف کی طرف واپس کر دیا ہے - حالانکہ کوئی صنف بذات خود بری نہیں ہوتی - بڑا شاعر آزاد نظم بھی بری لکھتا ہے اور غزل بھی، پنجاب کے بہت سے شاعر جو اپنے اندر کوئی خاص صلاحیت نہیں رکھتے تھے اب آزاد نظم میں اپنی ناکامی دیکھ کر یہہ سمجھنے لگے ہیں کہ یہہ ٹکنیک ہی خراب ہے -

چنانچہ اب یہہ لوگ غزل بھی لکھتے ہیں تو اس میں بھی افراتفری پھیلا رہے ہیں - غزلوں میں بھی کوئی خاص بلندی نمایاں نہیں ہے - بعض غزلوں کے چند اشعار اچھے ہیں ورنہ یہہ حصہ بھی بہت کمزور ہے -

مقالوں میں مختار حسین کا مقالہ "غالب کا نظریہ شعر" بہت اچھا ہے - ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا مقالہ بہت الجھا ہوا ہے - اور آخیر وقت تک یہہ پتا نہیں چلتا کہ موصوف کیا کہنا چاہتے ہیں، عبادت بریلوی کا مقالہ تو بہت ہی معمولی ہے - دوسرے مقالوں میں بھی کوئی خاص بات نہیں ہے - پطرس کے خطوط البتہ دلچسپ ہیں اور ان کی ادبی کارہ کشی کی ایک حد تک تلافی کرتے ہیں -

"نیا دور" (آزادی نمبر)

ایڈیٹر: محمد شاہین، قیمت فی پرچہ دو روپیہ چار آنے پتہ - کراچی نمبر ٣

نیا دور اردو کے بہت اہم اور وقیع ادبی رسالوں میں سے ہے - پہلے یہہ بنگلور سے نکلا کرتا تھا - تقسیم کے بعد کراچی سے نکل رہا ہے - اگرچہ اس کے نکلنے کی کوئی خاص مدت نہیں ہے لیکن جب بھی نکلا ہے بڑی آب و تاب کے ساتھ نکلا ہے - اور اپنے دامن میں بہت سے قیمتی موتی لے آیا ہے - خصوصاً اس کے خاص نمبر - "بنگالی افسانہ نمبر" "فسادات نمبر" وغیرہ تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں - زیر نظر شمارہ "آزادی نمبر" ہے - لیکن اس کی نوعیت ذرا مختلف ہے -

یعنی اس میں آزادی کے متعلق کوئی چیز نہیں ہے بلکہ جشن آزادی کے موقع پر نکلا ہے ۔ مضامین میں کلیم الدین احمد کا "تنقید اور نقاد" عزیز احمد کا "کلاسیکی تصورات و اقبال کی تنقید" اور عطا ہد کا "آل احمد سرور کی تنقید نگاری" بہت اہم ہیں ۔ کچھ مضامین ایسے بھی ہیں جو اختلافی ہیں اور جن کے متعلق دو نقطہ ہائے نظر اختیار کئے جاسکتے ہیں ۔ لیکن یہ مضامین اس رجحان کی پوری نمایندگی کرتے ہیں جو تقسیم ہند کے بعد ترقی پسند ادیبوں کے ایک گروپ میں پیدا ہو گئے ہیں ۔ حصہ نظم میں جوش ملیح آبادی ۔ جگن ناتھ آزاد ۔ اثر لکھنوی ۔ حسرت موہانی اختر الایمان اور منظور حسین شور کا کلام بہت بلند پایہ ہے ۔ افسانوں کا حصہ البتہ کمزور ہے ۔ محمود ہاشمی کی نئی تحریر "عورت کے درمیان" او ضرور قابل توجہ چیز ہے لیکن نسیم جھنڈاری کا افسانہ اپنے اندر وہ شعور اور پختگی نہیں رکھتا جو ایک اچھے افسانہ نگار کی تحریر میں ہوتی ہے ۔ سیف الدین کا منظوم ڈرامہ "ساربان" بھی اچھی تخلیق ہے ۔ بہ حیثیت مجموعی نیا دور کی یہ اشاعت قابل قدر ہے ۔

باہتمام عزیز حسین منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا ۔